

ٹریڈ مارک، کاپی رائٹ اور حقوق کی خرید و فروخت کا شرعی جائزہ Trade Mark, Copyright and Rights of Transactions in the Light of Islamic Shariah

* ڈاکٹر محمد طاہر

** ڈاکٹر اظہار خان

Abstract:

There are many things which would not be bought or sold in earlier ages but these days they are considered great wealth and precious capital and their transaction is in vogue and they are titled as rights. For instance, literary copyright and copyright of music and trade mark etc. Now the need of the hour is to understand the Islamic solution of the trade of these different kinds of rights. This article reviews the copyright issue in the light of islam.

بہت سی ایسی چیزیں جن کی خرید و فروخت کا کوئی تصور پچھلے زمانہ میں نہیں تھا، آج وہ چیزیں دولت اور قیمتی سرمایہ تصور کی جاتی ہیں اور ان کی خرید و فروخت کا عام رواج ہو گیا ہے، اور وہ حقوق کے نام سے جانے جاتے ہیں، مثلاً: ادبی کاپی رائٹ، موسیقی کاپی رائٹ، ٹریڈ مارک وغیرہ، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مختلف قسم کے حقوق کی تجارت کے متعلق آج کل شرعی حل کیا ہے۔ اس امر کو نظر رکھتے ہوئے اس مقالہ کو تین مباحث پر تقسیم کیا گیا:

- ۱۔ بیع کی حقیقت کیا ہے؟
- ۲۔ مال کی حقیقت کیا ہے؟
- ۳۔ حقوق کی بیع جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس قسم کی بیع جائز ہے؟

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

** اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان۔

۱۔ بیع کی تعریف کے متعلق فقہاء کرام کی آراء:

۱۔ فقہاء شوافع:

علماء شوافع کے نزدیک بیع کا مادی اور اعیان میں سے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ منافع بھی محل بیع ہو سکتے ہیں: چنانچہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: البیع تمليك عين او منفعة على التأييد بعوض مالي۔ کسی مال کے عوض کسی عین یا منفعت کا ہمیشہ کے لیے مالک بنا دینا بیع کہلاتا ہے۔ اور ابن حجر، بیہمی بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عقد يتضمن مقابلة مال بمال بشرطه الآتي لاستفادة ملك عين أو منفعة مؤبدة۔ بیع ایک ایسا عقد ہے جس میں مال کا تبادلہ مال سے ہو، آنے والی شرطوں کے ساتھ تاکہ کسی عین یا دائمی منفعت کی ملکیت حاصل ہو جائے۔^۱

مذکورہ تعریف پر چند اعتراضات کرنے کے بعد عبدالحمید شیروائی، بیع کی تعریف کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں: وقد سلم من هذه الإيرادات قول بعضهم عقد معاوضة مالية تفيد ملك عين أو منفعة على التأيد. ان اعتراضات کی وجہ سے بعض لوگوں کا قول تسلیم کر لیا گیا، کہ بیع مالی معاوضہ کا عقد ہے جو کسی متعین مادی شئی یا دائمی منفعت کی ملکیت کا فائدہ دے۔^۲ ان تمام تعریفات کا حاصل یہ ہے کہ شوافع کے نزدیک بیع کا مادی شئی اور اعیان میں سے ہونا ضروری نہیں، بلکہ منافع کی بیع بھی جائز ہے، اس لیے وہ حقوق کی بیع کو بھی جائز قرار دیتے ہیں۔^۳

۲۔ فقہاء حنابلہ:

حنابلہ کے نزدیک بھی بیع میں مال کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ منافع کی بیع بھی ہو سکتی ہیں، چنانچہ شیخ منصور بن یونس الحنبلی بیع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مبادلة عين مالية----- أو منفعة مباحة مطلقاً بأن لا تختص بإباحتها بحال دون آخر، بأحدهما أي عين مالية أو منفعة مباحة مطلقاً۔ کسی مالیت رکھنے والی شئی یا مطلق مباح منفعت کا تبادلہ کسی دوسری مالیت رکھنے والی شئی یا مطلق مباح منفعت سے جس کی اباحت کسی چیز کے ساتھ خاص نہ ہو، بیع کہلاتا ہے۔^۴

مزید لکھتے ہیں کسی کتاب کی بیع کتاب سے، یا کتاب کی بیع گھر کے حق مرور سے یا حق مرور کی بیع کتاب سے یا کسی گھر کے حق مرور کی بیع دوسرے دار کے حق مرور سے جائز ہیں۔

خلاصہ یہ کہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک بھی اعیان کی طرح منافع مال ہیں اور ان کی بیع جائز ہے۔

۳۔ فقہاء مالکیہ:

مالکیہ کے نزدیک بھی بیع کامادی ہو نا ضروری نہیں، بلکہ منافع اور حقوق کی بیع بھی جائز ہے، علامہ زرقانی لکھتے ہیں: البيوع جمع بيع، وجمع لاختلاف أنواعه كبيع العين وبيع الدين وبيع المنفعة بيوع بيع كجمع ہے، اور اس کی مختلف قسمیں ہیں جیسے عین کی بیع، دین کی بیع، اور منفعت کی بیع۔^۱ اور امام سخون^۲ نے عبدالرحمن بن القاسم سے پوچھا: اگر میں کسی شخص کے گھر میں راستہ خریدوں تو کیا یہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی دیوار کی کڑی کی جگہ فروخت کرے تاکہ خریدنے والا شخص اپنی کڑی اس پر رکھ سکے تو کیا یہ جائز ہے؟ جواب دیا کہ ہاں، یہ بھی امام مالک کا قول ہے بشرطیکہ اس کڑی کا وصف بیان کر دے جو دیوار پر رکھی جائے گی۔^۳ خلاصہ یہ کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کامادی اشیاء میں سے ہو نا ضروری نہیں ہے بلکہ منافع اور حقوق کی بیع بھی جائز ہے، گویا کہ ان حضرات کے نزدیک مال کی شرط کوئی لازمی شرط نہیں ہے۔

۴۔ فقہاء احناف:

فقہ حنفی کی عام کتابوں میں بیع کی تعریف، مبادلة المال بالمال^۴ سے کی گئی ہے، البتہ علامہ کاسانی^۵ اور الحکفی نے بیع کی تعریف: مبادلة شئ مرغوب فيه بمثلہ^۶ سے کی ہے، لیکن علامہ شامی نے یہ صراحت کی ہے کہ شئ مرغوب سے مراد مال ہی ہے اور اس سے وہی تعریف مراد ہے جو عام احناف نے کی ہے۔^۷

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء احناف کے نزدیک بیع کی تعریف میں مال کی شرط بنیادی اور جوہری شرط ہے، البتہ اب سب سے اہم بحث یہ ہے کہ مال کی درست تعریف کیا ہو سکتی ہے اور جب یہ واضح ہو جائے تو حقوق اور منافع کی بیع کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

۲۔ مال کی تعریف:

علامہ ابن نجیم نے مال کی تعریف یہ کیا ہے: مال لغت میں وہ چیز ہے جس کا تو مالک بنے اس کی جمع اموال آتی ہے اسی طرح ”قاموس“ میں ہے اور ”کشف الکبیر“ میں ہے مال وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت کامیلان ہو اور اس کی ذخیرہ اندوزی ممکن ہو تاکہ بوقت ضرورت کام آسکے۔^۸ علامہ شامی نے بھی ”بحر الرائق“ کے حوالہ سے مال کی یہی تعریف نقل کی ہے کہ مال وہ شئی ہے جس کی طرف طبیعت کامیلان ہو اور وقت ضرورت کے لئے اس کی ذخیرہ اندوزی ممکن ہو اور آخر میں ”تلویح“ کے حوالہ سے منفعت کو مال سے خارج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ منفعت ملک ہے مال نہیں، اور ملک و مال میں یہ فرق

بتلایا ہے کہ ملک کی حقیقت یہ ہے کہ علی وجہ الاختصاص اس کے اندر تصرف کیا جاسکے، اور مال وہ ہے جس کو بوقت ضرورت انتفاع کے لیے ذخیرہ کیا جاسکے^۳۔ ابن نجیم اور شامی کی مذکورہ تعریف میں دو بنیادی چیزیں ہیں:

۱۔ جس چیز کی طرف طبیعت کامیلان ہو۔

۲۔ جس کی ذخیرہ اندوزی ممکن ہو۔

لیکن اس تعریف کی بنیاد پر بہت ساری چیزیں مال سے خارج ہو جاتی ہیں حالانکہ لوگ اس کو مال سمجھ کر اس کی خرید و فروخت کرتے ہیں جیسے سبزیاں، مال ہیں، فقہاء کے دور میں اس کی خرید و فروخت ہوتی رہی ہے اور کسی نے بھی اس کی خرید و فروخت کو ناجائز نہیں قرار دیا ہے، جبکہ بوقت ضرورت اس کو ذخیرہ کر لینا ممکن نہیں۔ اگرچہ اس ترقی یافتہ دور میں عارضی طور پر کولڈ اسٹورز میں رکھ کر کچھ دنوں تک محفوظ رکھا جاسکتا ہے، لیکن زمانہ قدیم میں اس کی ذخیرہ اندوزی ممکن نہیں تھی۔ اسی طرح کڑوی دوائیں مال ہونے کے باوجود اس کی طرف طبیعت کامیلان نہیں ہوتا۔ اسی طرح بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جو مال نہیں ہیں لیکن وہ مال کی تعریف میں داخل ہو جاتی ہیں مثلاً شراب کہ اس کی طرف طبیعت کامیلان بھی ہے اور ذخیرہ اندوزی بھی ممکن ہے لیکن اس کو مال نہیں کہتے، اس تعریف میں تنگی ہے اس لئے آج کل اس پر عمل کرنے سے بے شمار مسائل لانیل بن جاتی ہیں۔

احناف میں مال کی سب سے اچھی اور عمدہ تعریف علامہ کاسانی نے کی ہے، اور اس کو اختیار کر لینے میں مسلمانوں کے بہت سارے مسائل حل ہو جاتی ہیں چنانچہ وہ مال کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ہر وہ چیز جس سے انتفاع حقیقہ کیا جاتا ہو اور انتفاع شرعاً جائز ہو وہ مال ہے، چنانچہ وہ کتے کی بیج کے جواز کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اور ہماری دلیل یہ ہے کہ کتا مال ہے لہذا محل بیع ہے جیسا کہ شکرہ اور باز، اور اس کے مال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سے حقیقہ انتفاع لیا جاتا ہے اور تمام حالات میں شرعاً اس سے انتفاع مباح ہے لہذا مال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس سے حقیقہ انتفاع لیا جاتا ہے اور شرعاً اس کے مباح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سے شکار کیا جاتا ہے اور تمام مال کی حفاظت کا کام اس سے لیا جاتا ہے لہذا یہ محل بیع قرار پایا^۴۔

اسی طرح گوبر اور لید کی بیع جائز ہے، کیونکہ ان سے انتفاع شرعاً جائز ہے، اس لیے یہ مال ہیں۔ علامہ کاسانی کی مذکورہ تعریف بہت ہی اچھی اور عمدہ ہے اس سے مسلمانوں کے بے شمار مسائل حل

ہو جاتے ہیں، اور اس میں یُسْر مد نظر ہے، تو آنے والوں کے لئے اس میں ہی سہولت ہے اور اس کی تائید دیگر فقہا کرام کی تعریف سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ شیخ منصور البہوتی الحنبلیؒ لکھتے ہیں: مال ہر وہ چیز ہے جس سے انتفاع عام حالات میں جائز ہو۔۔۔۔۔ جیسے خچر اور گدھا اس لیے کہ ہر زمانہ میں لوگ ان دونوں سے نفع اٹھاتے رہے ہیں اور ان دونوں کا بیع کرتے رہے ہیں اور کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی^{۱۵}۔ مال کی تعریف کرتے ہوئے حافظ سیوطیؒ امام شافعی کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: کہ مال ہر وہ شئی ہے جس کی کچھ قیمت ہو، اور وہ فروخت کی جاتی ہو، اور اس کے ضائع کر دینے پر ضمان لازم آتا ہو^{۱۶}۔

ڈاکٹر ہبیبہ الزحبیٰ نے حنفیہ کی علاوہ دیگر جمہور فقہاء کے نزدیک مال کی تعریف یہ نقل کی ہے کہ: مال ہر وہ شئی ہے جس کی کوئی قیمت ہو اور اس کے ضائع کر دینے والے پر ضمان لازم آئے۔۔۔۔۔ حنفیہ منافع اور حقوق محضہ کو مال نہیں سمجھتے ہیں اور حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہاء اس کو مال منقوم سمجھتے ہیں، اس لئے کہ اعیان سے مقصود منافع ہی ہوتے ہیں، خود ذات مقصود نہیں، ڈاکٹر صاحب نے جمہور کی تعریف کو راجح اور لوگوں کے معاملات میں اسی کو معمول بہ قرار دیا ہے^{۱۷}۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ احناف میں علامہ کاسانی کی تعریف زیادہ راجح ہے جس کی تائید دیگر فقہاء کرام کی تعریف سے ہوتی ہے۔

مال ہونے میں عرف کا اعتبار:

ایک چیز جو زمانہ قدیم میں مال نہیں تھی لیکن اب اس کو لوگ مال سمجھ کر اس کی خرید و فروخت کرتے ہیں تو کیا اس کو مال قرار دیا جاسکتا ہے!

تو حقیقت یہ ہے کہ عرف اور عادة الناس شریعت اسلامیہ کا ایک ایسا اہم ضابطہ ہے جس پر بے شمار فقہی مسائل کی بنیاد ہے، یہاں تک کہ فقہاء نے اس کو اصل قرار دیا ہے، چنانچہ اصول فقہ میں ”باب ماترک بہ الحقیقۃ“ کے تحت فرماتے ہیں کہ دلالت استعمال کی وجہ سے حقیقت چھوڑی جاتی ہے^{۱۸}۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ ”الثابت بالعرف کا ثابت بالنص“ عرف سے ثابت شدہ چیز کا بھی وہی حکم ہے جو نص سے ثابت شدہ کا ہے^{۱۹}۔ اس اصل پر فقہاء نے بے شمار جزئیات متفرع کیا ہے، مثلاً: کسی نے کسی کو جو تالیٹو پی یا برتن بنانے کا حکم دیا اور اس کی قیمت بھی اس وقت طے پاگئی اس کو اصطلاح فقہ میں ”استصناع“ کہتے ہیں، ایسے بیع کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ بیع معدوم ہونے کی وجہ سے یہ بیع جائز نہ ہو لیکن عرف اور عادت کی وجہ سے اس قیاس کو ترک کر دیا گیا^{۲۰}۔

حاصل یہ کہ احناف کے نزدیک بیع کی تعریف میں مال کی شرط بنیادی شرط ہے اور مال ہر وہ شئی ہے جس سے انتفاع حقیقہ ممکن ہو اور شرعا انتفاع جائز ہو اور کسی چیز کے مال ہونے میں عرف اور عادیۃ الناس کا بھی اعتبار ہوگا اور اس کی بیع جائز قرار پائے گی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمام حقوق و منافع مال ہیں اور ان کی بیع جائز ہے جن سے حقیقہ انتفاع لیا جاتا ہے اور شرعا انتفاع جائز ہے اور لوگ مال سمجھ کر ان کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔

۳۔ حقوق کی خرید و فروخت:

حق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی وجوب اور ثبوت ہے چنانچہ: غلیل بن احمد فراہیدیؒ لکھتے ہیں: حق الشيء یحق حقا أي وجب وجوبا^{۲۱}۔ اور ابن درید فرماتے ہیں: کہ حق ایسی ثابت اور واضح چیز کو کہتے ہیں جس کے ثبوت میں کوئی شک نہ رہے^{۲۲}۔ اور اسی کو علامہ جرجانی نے بھی لکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: الحق: فی اللغة هو الثابت الذی لا یسوغ إنکاره^{۲۳}۔

اور حق کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ مصطفیٰ زرقاءؒ لکھتے ہیں کہ: حق ایک خصوصی تعلق کا نام ہے جس کی وجہ سے شریعت کسی اختیار یا ذمہ داری کو تسلیم کرتی ہے^{۲۴}۔ قرآن کریم میں لفظ ”حق“ کا استعمال کثرت سے ہوا ہے لیکن ہر جگہ تقریباً لغوی معنی مراد ہے ارشاد خداوندی ہے: وَبُرِّدُ اللّٰهُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِینَ^{۲۵}، اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ^{۲۶} بیع الحقوق کی مروجہ صورتیں:

حقوق اور منافع کی بیع کی جو صورتیں آج کل رائج ہو گئی ہیں، وہ یہ ہیں: ادبی کاپی رائٹ یعنی حق تالیف، رجسٹرڈ ٹریڈ مارک اور ناموں کی بیع، فضا کی بیع، تجارتی لائسنس کے موقع سے استفادہ کرنا، حق اجارہ کی بیع جس کو پگڑی سے تعبیر کیا جاتا ہے:

۱۔ ادبی کاپی رائٹ (حق تالیف) و حق ایجاد و حق طباعت:

حق تالیف، حق طباعت اور حق ایجاد کی خرید و فروخت آئینی طور بھی درست قرار دی گئی ہے اور پوری دنیا میں اس نے ایک عرف عام کی حیثیت بھی اختیار کر لی ہے، مجوزین اس روایت سے استدلال کرتے ہیں: کہ جو مسلمان پہل کر کے جس چیز کو حاصل کر لے، وہ اس کی ملکیت ہے^{۲۷}۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق شرعاً مباح بھی ہیں، قابل انتفاع بھی ہیں اور عرف میں بھی ان کی خرید و فروخت جاری ہے، لہذا ان کی خرید و فروخت درست ہونا چاہئے۔

۲۔ رجسٹرڈ ناموں اور نشانات کی بیع:

آج کل ٹریڈ مارک اور ناموں کا بھی رجسٹریشن ہوتا ہے، اگر دوسرے لوگ اس نام کا استعمال کریں تو کاروباری اعتبار سے یہ بہت بڑا ”غرر“ اور ”خدع“ ہے اور خریداروں کے ساتھ دھوکہ ہے اور شریعت کے قانونی معاملات میں ایک اہم ضابطہ یہ ہے کہ ایسا کوئی بھی کام نہ کیا جائے جو دوسروں کے لئے دھوکہ دہی کا باعث ہو^{۲۸}، اس لئے اگر کوئی شخص نام یا تجارتی نشانات کو اپنے حق میں محفوظ کر لیتا ہے، تو یہ عین مطابق شرع ہے، اور دوسرے شخص یا ادارہ کا اس کو استعمال کرنا دھوکہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، ایک شخص کے نام یا شخص کی مہر کوئی اور شخص بنا لے، اس کی ممانعت کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہے؟ اس سلسلہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی^{۲۹} کا فتویٰ نہایت چشم کشا ہے کہ:

”اپنے کاروبار کے کوئی نام رکھنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، لیکن اگر ایک شخص نے اپنے کاروبار کا نام ”عطرستان“ یا ”گلشن ادب“ رکھ لیا اور اس سے اس کا تجارتی مفاد وابستہ ہو گیا تو دوسرے شخص کو وہ نام رکھنے کا حق نہیں رہا اور جبکہ ایک خاص نام کے ساتھ مستقبل میں تحصیل مال اور تجارتی منافع مقصود ہے تو گڈول کا معاوضہ لینا جائز ہے“^{۳۰}۔

۳۔ تجارتی لائسنس کی خرید و فروخت:

موجودہ دور میں اکثر ممالک حکومتی لائسنس کے بغیر مال درآمد یا برآمد کرنے کی اجازت نہیں دیتے جس کی وجہ سے تاجر حضرات اپنی تجارت کا لائسنس کراتے ہیں اور بسا اوقات اس لائسنس کو دوسروں کے ہاتھ فروخت بھی کر دیتے ہیں، اب یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس حق کی بیع و شراہ جائز ہے یا نہیں؟

چونکہ اس حق سے انتفاع لیا جاتا ہے اور شرعاً انتفاع جائز بھی ہے نیز تاجروں کے نزدیک یہ ایک قیمتی شے بن گیا ہے، میرے استاد مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے حق تصنیف و تالیف، حق ایجاد، تجارتی ناموں اور ٹریڈ مارکوں، اسی طرح تجارتی لائسنس کا سرکاری رجسٹریشن کرانے سے قبل ایک متعین رقم لے کر اپنے حق سے دست برداری کو جائز قرار دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ان کے سرکاری رجسٹریشن کرانے کے بعد عرف کی بنیاد پر ان کو مال کے دائرہ میں شمار کرتے ہوئے ان کی بیع کو بھی جائز قرار دیا ہے^{۳۱}۔

۴۔ حق تعلی ”فضا“ کی بیع:

ہر شخص کو اپنے مکان کی چھت پر عمارت بنانے کا حق ہے، اگر کوئی شخص اپنے اس حق کو اصل مکان کے ساتھ فروخت کرتا ہے یا کسی شخص کا دو منزلہ مکان ہے، وہ اوپر والی منزل کو فروخت کرتا ہے

تو یہ شرعاً جائز ہے، حتیٰ کہ اگر اوپر والی عمارت منہدم ہو جائے تو خریدنے والے کو پہلی عمارت کے مثل دوسری عمارت بنانے کا حق ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: اگر اوپر کا مکان نیچے والے کا ہے اور اس نے یہ کہا کہ اس کے اوپر کو تم سے اتنے میں فروخت کیا تو یہ صحیح ہوگا، اور نیچے کی چھت نیچے والے کی ہوگی اور مشتری کو حق قرار حاصل ہوگا، یہاں تک کہ اگر اوپر والا مکان منہدم ہو جائے تو اس کو اس پر پہلے کی طرح دوسرا مکان بنانے کا حق ہوگا^{۳۲}۔

البتہ اگر تنہا حق تعلق کو فروخت کیا جائے تو اس کے عدم جواز کی صراحت موجود ہے، چنانچہ علامہ مرغینائی لکھتے ہیں کہ: اگر دو منزلہ مکان ہے اور دونوں منزلیں دو شخصوں کی الگ الگ ہیں دونوں منزلیں یا صرف اوپر والی منزل گرگئی تو اوپر کی منزل والے کو اپنا حق فروخت کرنا جائز نہ ہوگا۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ: اس لئے کہ حق تعلق مال نہیں ہے کیونکہ مال وہ شئی ہے جس کا احراز ممکن ہو اور مال ہی محل بیع ہوتا ہے^{۳۳}۔

علامہ شامی نے فتح القدیر کے حوالہ سے^{۳۴} حق تعلق کی بیع جائز نہ ہونے کی دلیل ان الفاظ میں دی ہے کہ حق تعلق نہ تو مال ہے اور نہ ہی مال سے اس کا کوئی تعلق ہے، مال اس لیے نہیں ہے کہ مال وہ عین ہے جس کو جمع کرنا اور روک رکھنا ممکن ہو اور مال سے تعلق اس لیے نہیں ہے کہ اس کا تعلق فضا سے ہے اور فضا مال نہیں اور بیع کے اندر ان دونوں میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے^{۳۵}۔

حق تعلق کے ناجائز ہونے کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ یہ مال نہیں اور علامہ شامی کا فتح القدیر کے حوالہ سے یہ کہنا کہ اس کا تعلق مال سے نہیں ہے، یہ اس صورت میں تو تسلیم کی جاسکتی ہے جبکہ دونوں منزلیں منہدم ہو گئی ہوں اور فضا کی بیع کر رہا ہوں، لیکن اپنے مکان کی چھت پر مکان بنانے یا اس پر رہنے کا جو حق ہے اس کو فروخت کرنے کی صورت میں بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا تعلق مال سے ہے کیونکہ اس کا تعلق پہلی منزل سے ہے نہ کہ فضا سے اور اس کے مال ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور اسی کو علامہ مرغینائی نے ابن سماعہ^{۳۶} سے نقل کیا ہے۔ جبکہ عدم جواز کا قول انہوں نے زیادات کا قول قرار دیا ہے اور اس کو فقیہ ابو اللیث^{۳۷} نے اختیار کیا ہے^{۳۸}۔

اگر غور کیا جائے تو علامہ کاسائی کی ذکر کردہ تعریف کی رو سے حق تعلق بھی مال ہے کیونکہ اس سے انتفاع ممکن بھی ہے اور شرعاً جائز بھی، نیز اس دور میں اس کو مال سمجھ کر اس کی خرید و فروخت ہوتی ہے اس کی بیع لوگوں کی ضرورت بن گئی ہے، اس کے عدم جواز کا فتویٰ دینا امت مسلمہ کو پریشانی میں ڈالنا ہے، خاص طور سے بڑے بڑے شہروں میں آبادی کے لحاظ سے شہروں کا رقبہ تنگ ہونے کی وجہ سے

ایک ایک مکان پر کی کسی منزلیں بنائی جاتی ہیں، اور اس حق تعلی کو فروخت کیا جاتا ہے، اس لئے عرف اور تعامل کی وجہ سے حق تعلی کی بیع جائز ہونا چاہئے، نیز ائمہ ثلاثہ حق تعلی کی بیع جائز قرار دیتے ہیں اور عموم بلوی کی صورت میں ائمہ ثلاثہ کا قول اختیار کر لینے کی گنجائش ہے ۳۹۔

۵۔ حق مرور کی بیع:

اپنی زمین پر یا مکان کی چھت سے گزرنے یا دوسرے کی زمین سے گزر کر اپنی زمین میں جانے کا جو حق حاصل ہے اس کو فروخت کرنا بلا کسی اختلاف کے جائز ہے ۴۰، البتہ صرف حق مرور کی بیع میں اختلاف ہے، زیادات کی روایت یہ کہ تنہا حق مرور کی بیع ناجائز ہے، فقیہ ابواللیث نے اسی روایت کو راجح قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہ حق ہے اور تنہا حق کی بیع جائز نہیں ہے، صاحب درمختار نے اس مسئلہ میں دو قول ذکر کرنے کے بعد جواز کے قول کے سلسلہ میں ”وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَائِخِ“، کہا ہے یعنی عام مشائخ نے جواز کے قول کو اختیار کیا ہے اور علامی شامی نے اس کے تحت سائحی کا قول نقل کیا ہے کہ،، وَهُوَ الصَّحِيحُ، وَعَلَيْهِ الْفُتُوَى،، یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہاء متاخرین حق مرور کی بیع کے جواز کے قائل ہیں، ائمہ ثلاثہ نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے ۴۱۔

۶۔ حق شرب کی فروخت:

حق شرب کی بیع کے سلسلہ میں بھی فقہاء احناف کی آراء مختلف نظر آتی ہیں، ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کی بیع جائز نہیں ہے، لیکن بہت سے مشائخ نے عرف کی وجہ سے اس کی بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی تحریر فرماتے ہیں کہ:

بعض مشائخ متاخرین نے بعض شہروں میں عرف ظاہری کی وجہ سے تنہا شرب کی بیع کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اگرچہ اس کے ساتھ زمین نہ ہو اور یہ دیار نسف کا عرف ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ استصناع کی بیع کا جواز تعامل ناس کی وجہ سے ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا جواز کا نہیں ہے اسی طرح بلا زمین محض شرب کی بیع خلاف قیاس ہونے کے باوجود تعامل کی وجہ سے جائز ہے ۴۲۔

جن فقہاء نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے انہوں نے اس کی علت غرر و جہالت بیان کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر شرب کا تعین کر کے غرر و جہالت دور کر دی جائے تو پھر اس کی بیع جائز ہوگی۔

۷۔ حق تسبیل کی بیع:

حق تسبیل: گھریا کھیت کی ضرورت سے زائد یا مستعمل یا بارش کا پانی بہانے کا حق۔

حق تسبیل کی بیع بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس کی تعیین کر کے غرر و جہالت دور کر دی جائے، جیسا کہ علامہ شلبیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ: **أَمَّا لَوْ بَيَّنَّ حَدًّا مَا يَسِيلُ فِيهِ الْمَاءُ أَوْ بَاعَ الْأَرْضَ الْمَسِيلَ مِنْ نَهْرٍ أَوْ غَيْرِهِ مِنْ غَيْرِ اعْتِبَارِ حَقِّ التَّسْبِيلِ فَهُوَ جَائِزٌ**^{۴۳}۔ یعنی حد متعین ہونے کے بعد حق مسیل کی خرید و فروخت جائز ہے۔

حاصل مطالعہ:

حقوق کی اس بحث کا حاصل یہ نکلا کہ ان تمام حقوق و منافع کی بیع جائز ہے جن سے حقیقۃً انتفاع لیا جاتا ہے اور شرعاً انتفاع جائز ہے اور لوگ ان کو مال سمجھ کر ان کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ بعض وہ حقوق جن پر فی الحال ملکیت ثابت نہیں بلکہ صرف حق کا استحقاق ہوتا ہے، اس قسم کے حقوق کی بیع جائز نہیں ہے البتہ صاحب حق متعین رقم لے کر اپنے حق سے دست بردار ہو جائے تو ایسا شرعاً جائز ہوگا، بشرطیکہ وہ حقوق اصالیہ محض نیکی اور صلہ رحمی کی بنیاد پر ثابت ہوں جیسے حق قصاص اور حق نکاح۔۔۔۔۔ اور اگر حقوق اس قسم کے ہیں جو محض رفع ضرر کی بنیاد پر ثابت ہیں تو نہ ان کی بیع جائز ہے اور نہ ہی کوئی رقم لے کے مصالحت اور حق سے دست برداری درست ہے جیسے حق شفعہ، زوجہ کے لئے حق قسم اور مخیرہ کا حق خیار۔

حواشی و مصادر:

۱. البیضاوی، ناصر الدین، ابو سعید عبداللہ بن عمر (م ۶۸۵ھ) الغایۃ القصوی: ۱/۴۵۵، دارالمعرفۃ، بدون التاریخ۔
۲. الہیثمی، أحمد بن محمد بن علی بن حجر، تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، ارکان البیع: ۴/۲۱۵، الناشر: المكتبة التجارية الكبرى بمصر، محمد الطبعۃ: بدون طبعۃ، عام النشر: ۱۳۵۷ھ - ۱۹۸۳م۔
۳. حاشیہ تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، ارکان البیع: ۴/۲۱۵۔
۴. النووی، أبو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف (م ۶۷۶ھ) المجموع شرح المہذب، ماجوز بیعہ وما لا یجوز: ۹/۲۱۴۔ الناشر: دار الفکر بدون طبعۃ، والتاریخ۔
۵. البہوتی، منصور بن یونس بن صلاح الدین ابن حسن بن إدیس الحنبلی (المتوفی: ۱۰۵۱ھ) دقائق أولی النهی لشرح المنتهی المعروف بشرح منتهی الإرادات، کتاب البیع: ۲/۵، عالم الکتب، الطبعۃ: الأولى، ۱۴۱۴ھ - ۱۹۹۳م۔

٦. الزرقاني، محمد بن عبد الباقي بن يوسف المصري الأزهرى، شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك، كتاب البيوع: ٣/٦٣٧٩، الناشر: مكتبة الثقافة الدينية - القاهرة الطبعة: الأولى، ١٤٢٤هـ - ٢٠٠٣م.
٧. المدني، امام مالك بن أنس (المتوفى: ١٧٩هـ) المدونة، كتاب الغرر: ٣/٢٦٥، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى، ١٤١٥هـ - ١٩٩٤م
٨. المرغيناني، علي بن أبي بكر، أبو الحسن برهان الدين (المتوفى: ٥٩٣هـ) الهداية في شرح بداية المبتدي، كتاب البيوع: ٣/٥١، دار احياء التراث العربي، بيروت، لبنان.
٩. الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، الحنفي (المتوفى: ٥٨٧هـ) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب البيوع: ٥/١٣٣، دار الكتب العلمية، طبع دوم ١٤٠٦هـ .
١٠. - دمشق، ابن عابدين، محمد أمين بن عمر الحنفي (المتوفى: ١٢٥٢هـ)
١١. َرِد المختار على الدر المختار، كتاب البيوع، ٤/٥٠٢، دار الفكر بيروت، الطبعة: الثانية، ١٤١٢هـ - ١٩٩٢م.
١٢. رِد المختار كتاب البيوع، ٤/١١٥٠٢
١٣. - ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد (المتوفى: ٩٧٠هـ)
١٤. البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب البيوع: ٥/٢٧٧، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة، الثانية - بدون تاريخ.
١٥. رِد المختار على الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد. ١٣،
١٦. بدائع الصنائع: ٥/١٤٠١٤٣
١٧. - وَهْبَةُ الرَّحَيْلِيِّ، الْفِئَةُ الْإِسْلَامِيَّةُ وَأَدْلَتُهُ: ٤/٣٩٩، دار الفكر - سورِيَّة - دمشق، بدون التاريخ.
١٨. السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة أصول السرخسي: ١/١٩٠، (المتوفى: ٤٨٣هـ) دار المعرفة، بيروت، بدون التاريخ.
١٩. المدخل إلى دراسة المذاهب الفقهية: ١/٩٤، دار السلام القاهرة الطبعة: الثانية ١٤٢٢ هـ - ٢٠٠١م
٢٠. مبسوط السرخسي: ١٢/١٣٨.

۲۱. الفراهیدی، أبو عبد الرحمن الخلیل بن أحمد (المتوفی: ۱۷۰ھ) کتاب العین: ۶/۳، دار ومکتبۃ الهلال.
۲۲. الأزدي، أبو بكر محمد بن الحسن بن دريد (المتوفی: ۳۲ھ) جمهرة اللغة: ۱/۱۰۱، دار العلم للملایین، بیروت الطبعة: الأولى، ۱۹۸۷
۲۳. الجرجاني، علي بن محمد (المتوفی: ۸۱۶ھ) کتاب التعريفات: ص ۸۹، دار الكتب العلمية بیروت، الطبعة: الأولى ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳م
۲۴. المدخل الفقهي العام: ۳/۱۰. ۲۴
۲۵. الانفال: ۸: ۷
۲۶. یونس: ۱۰: ۹-
۲۷. سنن ابی داود: ج ۳ ص ۱۷۷، حدیث نمبر: ۳۰۷۱-۲۷
۲۸. الآمدي، أبو الحسن سيد الدين علي بن أبي علي (المتوفی: ۶۳۱ھ) الإحكام في أصول الأحكام: ۲/۲۵۵، المكتب الإسلامي، بیروت ۲۸.
۲۹. مولانا اشرف بن شیخ عبدالحق، آپ ۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳م کو تھانہ بھون انڈیا میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی اور حافظ حسین علی سے قرآن کریم حفظ کیا۔ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور پانچ سال تک یہاں رہے۔ ۱۳۱۰ھ میں فراغت حاصل کی، اس وقت آپ کی عمر ۲۰، ۱۹ برس کے لگ بھگ تھی، عمر بھر دین اسلام کی خدمت میں لگے رہے۔ طریقت کا کوچہ کوچہ چھان مارا اور بالآخر ۱۳۶۲ھ - ۱۹۴۳م کو وفات پائی۔
۳۰. عبد الرشید ارشد، بیس بڑے مسلمان ۳۰۸-۳۲۵، مکتبہ رشیدیہ، لاہور۔
۳۱. تھانوی، مولانا اشرف علی، نظام الفتاویٰ: ج ۱ ص ۱۳۲۔ ۳۰
۳۲. العثماني، محمد تقی، تکملة فتح الملکم: ج ۱ ص ۳۶۳، مکتبۃ دارالعلوم کراچی، طبع سن ۱۴۲۰ھ۔ ۳۱
۳۳. رد المحتار: ج ۵ ص ۵۲-۳۲
۳۴. ہدایہ: ج ۳ ص ۴۷-۳۳
۳۵. ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد (المتوفی: ۸۶۱) فتح القدير، باب البسج الفاسد: ج ۶ ص ۴۲۸، دار الفکر، بدون تاریخ۔ ۳۴
۳۶. ابن سماعہ، محمد بن سماعہ ۲۳۳ھ کو پیدا ہوئے حافظ حدیث اور ثقہ تھے، ہارون الرشید کے دور میں بغداد کے قاضی تھے، اور مسلک حنفی پر کمر بستہ تھے، عمر سول سے تجاوز کرنے کے باوجود ان کی ضبط

- مضبوط اور حافظہ انتہائی قوی تھا، سن ۷۴۸ھ کو وفات پائی۔ الصفدی، صلاح الدین بن ایبک (۷۶۴ھ) الوانی بالوفیات: ج ۳ ص ۱۴۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔
- ۳۷۔ ابواللیث، نصر بن محمد سمرقند میں پیدا ہوئے، اما الہدیٰ جیسے القاب سے موصوف تھے صوفی المزاج اور علماء احناف میں سے تھے اور سن ۳۷۳ھ کو وفات پائی۔ الکھنوی، عبدالحی، الفوائد البہیة فی تراجم الحنفیة: ص ۲۲۰، قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، بدون تاریخ۔
- ۳۸۔ کلمتہ فتح الملہم، کتاب البیوع: ج ۱ ص ۳۶۱
- ۳۹۔ محمد عبید اللہ، جدید فقہی مباحث: ج ۳ ص ۸۷، ادارۃ القرآن گلشن اقبال کراچی، طبع سن ۲۰۰۹م۔
- ۴۰۔ الدر المختار: ج ۵ ص ۸۰
- ۴۱۔ اشیة ابن عابدین علی الدر: ج ۵ ص ۸۰۔
- ۴۲۔ السر خسی، محمد بن احمد (۴۸۳ھ) المبسوط، کتاب الشرب، جزء ۲۳ ص ۱۷۱، دار المعرفۃ، سن ۴۱۴، بدون تاریخ۔
- ۴۳۔ اشلبی، شہاب الدین احمد بن محمد (۱۰۲۱ھ) حاشیة اشلبی علی تبیین الحقائق، باب البیع الفاسد: ج ۴ ص ۵۲، مکتبہ الکبریٰ، قاہرہ، ۱۳۱۳ھ